JQSS Vol: 01, Issue: 01, Jan-June-2021

www.jqss.org

Page:1-13

"لااکراہ فی الدین" کے مفہوم کا جائزہ مختلف مفسرین کی آراء کی روشنی میں

A review of the concept of "لااکراہ فی الدین" in the light of the views of various commentators

Fakhruddin

M.phil scholar, Department of Islamic Studies,University of Balochistan Quetta

Dr Sahibzada Baz Muhammad

X-Chairman Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta

Abstract

This article discusses the Shari'ah term "compulsion" in the light of the views of various commentators, which are summarized as follows: There are two main points about "لااکراہ فی الدین" This verse is abrogated by jihad. The aforesaid verse is not abrogated. The reality of Islam has become clear and enlightened, The arguments and proofs of this have already been stated. Then why is it necessary to force and coerce someone? Whoever is guided by Allah, the Lord of Glory, whose chest is open, whose heart is bright and whose eyes are blind, then he will automatically become his lover, yes, those who have a blind heart. Deaf-eared, blind-eyed. They will stay away from it. What good is it if they are forcibly converted to Islam? Do not force anyone to accept Islam.

In this article too I have tried to write on this topic and presented in the light of the following topics: 1..Meaning and definition of compulsion 2..The order of compulsion The reason 3.. Why is Islam the favorite religion? 4.. Is Islam special with Muhammadan religion? 4. The role of good morals in spreading Islam

Keywords: *Compulsion, morals. Concept, Arguments, Proofs*

"لا اکراہ فی الدین" کے مفہوم کا جائزہ مختلف مفسرین کی آراء کی روشنی میں

اکراہ کا مفہوم

علماء نے اکراہ کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

کسی انسان کو ایسے کام کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کرنا جس پر وہ راضی نہ ہو اور دل سے آمدہ نہ ہو، بلکہ اگر اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ کام وہ نہ کرے۔ یعنی زبردستی کسی سے کوئی کام کروانا یا چھڑوانا۔

چنانچہ علامہ زحیلی اکراہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الإكراه في اللغة: هو حمل الغير على أمر لا يرضاه، قهراً. وفي اصطلاح الفقهاء: حمل الغير على أن يفعل ما لا يرضاه، ولا يختار مباشرته، لو ترك ونفسه".

ترجمہ: اکراہ کا لغوی معنی ہے کسی کو ایسے کام پر زبردستی مجبور کرنا کہ وہ اس پر راضی نہ ہو اور فقہاء کی زبان میں کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جس پر وہ راضی نہ ہو وہ براہ راست کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو اگر اس کو چھوڑ دیا جائے۔ 1

اسی طرح علامہ محمد سید طنطاوی اکراہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الإكراه معناه: حمل الغير على قول أو فعل لا يريده عن طريق التخويف أو التعذيب أو ما يشبه ذلك".2

اکراہ کا معنی ہے کسی کو ایسے فعل یا قول پر مجبور کرنا جو وہ نہیں کرنا چاہتا ہو مگر تخویف، تعذیب یا اس جیسی کسی چیز سے۔

"لا اکرہ فی الدین" کی شان نزول

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو وہ نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے، یہودیوں کے سپرد کر دیں۔ اسی طرح انکے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے- جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین کے انصار بنے یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریکاریوں سے نجات پانے کے لیے سرور رسل علیہا السلام نے یہ حکم فرمایا کہ بنی نضیر کو یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو انکے پاس تھے ان سے طلب کیے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں -اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حصینی نامی تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا اس نے نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بار عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں -ویسے تو یہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی گئی)۔

چنانچہ علامہ بغوی بروایت سعید بن جبیر لکھتے ہیں:

"قال سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما: كانت المرأة من الأنصار تكون مقلاة--- وكانت تنذر لئن عاش لها ولد لتهودنه إن عاش ولدها جعلته في اليهود، فجاء الإسلام-- الخ" .3

سعید بن جبیر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون تھی جس کی اولاد نہیں رہتی تھی اور اس نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اس کا کوئی بچہ زندہ بچ نکلا تو وہ اس کو یہودی بنادے گی، پس اسلام آیا۔۔الخ۔

مفسرین کی آراء

مختلف مفسرین نے مختلف الفاظ میں اس کی وضاحت کرر کھی ہے، امہات تفاسیر کا مطالعہ کے بعد اکراہ کا مفہوم کچھ یوں ہے: کہ "لا اکراہ فی الدین" کا مطلب یہ ہے کہ کسی فرد یا جماعت کو زبردستی اسلام لانے پر قطعا مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، کسی طرح دباؤ ڈال کر کسی شخص کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اسلام کی حقانیت اور صداقت مضبوط دلائل کی روشنی میں واضح اور ثابت ہو چکی ہے۔ مفسرین کی آراء پیش کرنے سے پہلے ان تمام اقوال کا خلاصہ پیش کیا جائے گا، اس کے بعد امہات تفاسیر میں سے مفسرین کی آراء پیش کی جائیں گی:

لا اکراہ فی الدین کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال کا خلاصہ پانچ باتیں ہیں:

1۔۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ لا اکراہ فی الدین یہ منسوخ ہوگئی ہے اور ناسخ یہ آیت ہے" يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين "اور دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ نے بہت سارے عرب قبائل سے اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کو قبول نہیں کیا۔

2۔۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ مذکورہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جب وہ جزیہ ادا کریں، البتہ غیر اہل کتاب یعنی بدمت، آتش پرست اور جین مت وغیرہ کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ ان کے سامنے دو راستے ہیں: اسلام قبول کرنا، تلوار قبول کرنا یعنی ان سے جہاد کیا جائے گا۔

3۔۔ کچھ مفسرین نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ آیت نصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

4۔۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ یہ مذکورہ آیت اہل کتاب کے قیدیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اب ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"{لا إكراه في الدين} أي: لا تكرهوا أحدا على الدخول في دين الإسلام فإنه بين واضح جلي دلائله وبراهينه لا يحتاج إلى أن يكره أحد على الدخول فيه۔۔الخ".4

لا اکراہ فی الدین کا معنی ہے کہ کسی کو بھی دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اسلام بالکل واضح ہو چکا ہے اس کے دلائل بھی روشن ہیں، لہذا یہ دین محتاج نہیں کہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کیا جائے۔

علامہ شوکانی اپنی مشہور تفسیر "فتح القدیر" میں لا اکراہ فی الدین کے متعلق متعدد اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد اختلف أهل العلم في قوله: لا إكراه في الدين على أقوال: الأول: أنها منسوخة لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أكره العرب على دين الإسلام، وقاتلهم ولم يرض منهم إلا بالإسلام، والناسخ لها: قوله تعالى:يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين ---، وقد ذهب إلى هذا كثير من المفسرين. القول الثاني: أنها ليست بمنسوخة وإنما نزلت في أهل الكتاب خاصة، وأنهم لا يكرهون على الإسلام إذا أدوا الجزية--الخ"5.

اہل علم کا اس آیت "لا اکراہ فی الدین" کی تفسیر میں اختلاف ہے، اس میں متعدد اقوال ہیں ،پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، کیونکہ رسول اللہؐ نے بہت عرب کو اسلام لانے پر جبرا آمادہ کیا تھا، اور ان سے قتال کیا اور صرف اسلام لانے پر راضی ہو گئے تھے، اس کے لیے ناسخ یہ آیت ہے: "يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين"، بہت سارے مفسرین کی یہ رائے یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے جب وہ جزیہ قبول کریں۔۔۔ الخ

اسی طرح مفتی محمد شفیع صاحب بھی لکھتے ہیں:

دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کا فِی نَفسِہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقینا گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (یعنی اسلام کا حق ہونا دلائل سے واضح ہو چکا ہے تو اس میں اکراہ کا موقع ہی کیا ہے، اکراہ تو غیر پسندیدہ چیز پر مجبور کرنے سے ہوتا ہے اور جب اسلام کی خوبی یقیناً ثابت ہے) تو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد (یعنی اسلام قبول کرلے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (اقوال ظاہری کے) اور خوب جاننے والے ہیں (احوال باطنی کے)۔6

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی اس حوالہ لکھتے ہیں:

جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دیے گئے جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نا ہی شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ (اَفَاَنۡتَ تُکۡرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ) 10 ۔ یونس :99) خود نص موجود ہے، اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اسکا جان و مال محفوظ ہو جائے گا۔ یعنی جب ہدایت و گمراہی میں تمیز ہو گئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا تو اس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوال ظاہرہ کو

خوب سنتا ہے اور نیت و حالت قلبی کو خوب جانتا ہے اس سے کسی کی خیانت اور فساد نیت چھپا نہیں رہ سکتا۔7

خلاصہ کلام

"لا اکراہ فی الدین" کے متعلق بنیادی طور دو رائے ہیں: 1۔۔"لا اکراہ فی الدین" یہ آیت جہاد سے منسوخ ہے،2۔۔مذکورہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کرو، اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی، اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں- پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا، جس کا سینہ کھلا ہوا، دل روشن اور آنکھیں بینا ہونگی تو وہ خود بخود اس کا والا و شیدا ہو جائے گا، ہاں اندھے دل والے۔ بہرے کانوں والے، پھوٹی آنکھوں والے۔ اس سے دور رہیں گے- پھر اگر انہیں جبراً اسلام میں داخل کیا بھی تو کیا فائدہ-کسی پر اسلام کے قبول کرانے کے لیے جبر اور زبردستی نہ کرو۔

اکراہ کا حکم

دین اسلام میں اکراہ ممنوع اور ناجائز ہے، کسی کو زبردستی دین اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالی کی طرف کھلم کھلا اعلان ہے " فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر "کیونکہ دین اسلام کی حقانیت واضح ہو گئی ہے اور روشن دلائل کی بنیاد پر اس کی صداقت ثابت ہو چکی ہے۔

چنانچہ مشہور عرب محقق اور عالم لکھتے ہیں:

> "إن الإكراه في الدين ممنوع، ولا جبر ولا إلجاء، على الدخول في الدين، ولا يصح الإلجاء والقهر بعد أن بانت الأدلة والآيات الواضحة الدالة على صدق محمد صلّى الله عليه وسلّم فيما يبلّغه عن ربه، فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر. فقول العوام وأمثالهم من المستشرقين: «إن الإسلام قام بالسيف» دعوى باطلة غير صحيحة ولا ثابتة".8

دین میں اکراہ ممنوع ہے، نہ کوئی جبر جائز ہے اور نہ اسلام میں زبردستی داخل کرنا جائز ہے جب آپؐ تبلیغ دین کی صداقت اور حقانیت دلائل کے ساتھ واضح اور ثابت ہو گئی تو اب کسی کو جبرا اسلام میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جو چاہے تو ایمان لے لائیں اور جو چاہئے تو کفر اختیار کرے، عام لوگوں اور مستشرقین کا یہ قول "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" بالکل باطل اور غیر صحیح دعوی ہے جو کہ ثابت نہیں ہے۔

اسلام ہی کیوں پسندیدہ دین ہے؟

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ ہ تمام ملتیں اور شریعتیں جو نبیاء اور رسول لے کر آئے، خواہ وہ یہودیت یا نصرانیت ہو، ان سب کی روح اور اساس اسلام، انقیاد اور خضوع ہے، چنانچہ الامین بن عبد اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "وخلاصة معنى هذه الجملة : أن جميع الملل والشرائع التي جاءت بها الأنبياء والرسل روحها الإسلام، والانقياد والخضوع. وإن اختلفت في بعض التكاليف وصور الأعمال، وبه كان الأنبياء يوصون، فالمسلم الحقيقي مَنْ كان خالصًا من شوائب الشرك مخلصًا في أعماله مع الايمان من أي ملة كان، وفي أي زمان وجد، وهذا هو المراد بقوله جلَّ ذكره: {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}."

> وہ تمام ملتیں اور شریعتیں جو نبیاء اور رسول لے کر آئے ان سب کی روح اسلام، انقیاد اور خضوع ہے، اگرچہ بعض امور اور صورتوں میں یہ معنی مختلف ہو جائے، اور اسی دین کی انبیاء وصیت کیا کرتے تھے، پس حقیقی مسلمان وہ ہے جو شرک کی نجاست سے پاک ہو اور ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال میں بھی مخلص ہو خواہ وہ جس ملت سے بھی تعلق رکھتا ہو اور جس زمانے سے، اور اللہ تعالی کے ارشاد "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ" سے بھی یہی مراد ہے۔9

کیا اسلام اسی دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے دین اور اسلام کی تعریف سمجھنا ضروری ہے، جب تعریفات سمجھ آجائیں پھر ان کا فرق سمجھنا آسان ہو جائے گا:

1۔۔دین

2۔۔اسلام

دین کی تعریف

لفظ دین کے چند معنی ہیں، جس میں ایک معنی ہے طریقہ اور روش، اور قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول واحکام کے لیے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء میں مشترک تھا، قرآن کا ارشاد ہے "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین سب انبیاء کا ایک ہی تھا، یعنی اللہ پر دل سے ایمان، زبان سے اقرار کرنا، روزِ قیامت اور اس میں حساب وکتاب اور جزا وسزا اور جنت ودوزخ پر دل سے ایمان لانا اور زبان سے اقرار کرنا، اُس کے بھیجے ہوئے ہر نبی ورسول اور اُنکے لائے ہوئے احکام پر اسی طرح ایمان لانا۔ اور لفظ شریعت یا منہاج یا مذہب فروعی احکام کے لیے بولے جاتے ہیں جو مختلف زمانوں میں اور مختلف امتوں میں مختلف ہوتے چلے آتے ہیں، اور لفظ اسلام کے اصلی معنی ہیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا، اور اُس کے تابع فرمان ہونا، اس معنی کے اعتبار سے ہر نبی ورسول کے زمانے میں جو لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کے لائے ہوئے احکام میں اُن کی فرمانبرداری کی وہ سب مسلمان اور مسلم کہلانے کے مستحق تھے، اور ان کا دین دین اسلام تھا اسی معنی کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: "وأمرتُ أن أكون من المسلمين" (3) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اسی معنی کے اعتبار

سے کہا تھا واشہد بأنا مسلمون (4) اور کبھی یہ لفظ اسلام خصوصیت سے اُس دین وشریعت کے لیے بولا جاتا ہے جو سب سے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی یہی خاص تفسیر بیان فرمائی ہے۔

حاصل یہ کہ دین ایک وسیع اور جامع اصطلاح ہے۔ دین کا معنی ہے: نظامِ زندگی، سیرت، فرمانبرداری، برتاؤ، سلوک اور حساب واحتساب، ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ برتاؤ ہو یا مخلوق کا خالق کے ساتھ معاملہ، ان سب باتوں کو دین کہا جائے گا۔

علامہ شعراوی دین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن معنى الدِيّن الجزاء، ومن معنى الدِّين منهج السماء".

ترجمہ: دین کے معانی میں سے ایک معنی جزاء بھی ہے اور دین کا ایک معنی آسمانی منہج اور اسلوب بھی ہے۔10

اسی طرح ابن ملقن رقمطراز ہیں:

"وقد سَلَفَ في "حديث جبريل" أَنَّ الدِّينَ هو: الإسلام، والإيمان، والإحسان".

ترجمہ: حدیث جبریل میں یہ بات موجود ہے کہ دین جو ہے وہ اسلام، ایمان اور احسان ہی ہے۔11

اسلام کی تعریف

لفظ اسلام لغوی اعتبار سے سلم سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اطاعت اور امن، دونوں کے ہوتے ہیں۔ ایسا درحقیقت عربی زبان میں اعراب کے نہایت حساس استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں کہ اردو وفارسی کے برعکس اعراب کے معمولی ردوبدل سے معنی میں نہایت فرق آجاتا ہے۔

اصل لفظ جس سے اسلام کا لفظ ماخوذ ہے، یعنی سلم، س پر زبر اور یا پھر زیر لگا کر دو انداز میں پڑھا جاتا ہے۔

- سَلم (salm) جس کے معنی امن وسلامتی کے آتے ہیں۔
- سِلم (silm) جس کے معنی اطاعت، داخل ہوجانے اور بندگی کے آتے ہیں۔

اسلام کی اصطلاحی تعریف

اسلام اطاعت، فرمانبرداری اور عمل کرنے کا نام ہے یعنی اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے اور ایمان کا تعلق باطن سے ہے، ایمان عقائد (مثلاً اللہ تعالیٰ پر، رسولوں پر، فرشتوں پر، قیامت کے دن وغیرہ پر ایمان لانا) اور قلبی صفات واعمال (مثلاً اخلاص، توکل، اللہ تعالیٰ کی محبت، خوف وغیرہ) کا نام ہے، جب کہ اسلام ظاہری اعمال (مثلاً زبان سے شہادتین کا اقرار، نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور دیگر مالی وبدنی عبادات) کا نام ہے۔

"والإسلام لغة الانقياد والخضوع، ولا يتحقق ذلك إلا بقَبُول الأحكام، والإذعان، وذلك حقيقة التصديق، قال الله تعالى: {فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (35) فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ} [الذاريات: 35 - 36] فالإيمان لا ينفك عن الإسلام حكمًا، فهما مُتَّحدان في

التصـــديق، وإن تغـــايرا بحســـب المفهـــوم، إذ مفهـــوم الإيمـــان تصـــديق القلـــب، ومفهوم الإسلام أعمال الجوارح".

اسلام کا لغوی معنی ہے اطاعت اور خضوع یہ معنی اس وقت تک متحقق نہیں ہو تا جب تک دین کے احکام کو قبول نہ کیا جائے اور ان پر عمل نہ کیا جائے اور یہی تصدیق کی حقیقت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ" حکم کے اعتبار سے ایمان اسلام سے الگ نہیں ہو سکتا، تصدیق میں دونوں متحد ہیں اگر چہ مفہوم کے لحاظ سے دونوں متغیر ہیں، کیونکہ تصدیق کا مفہوم ہے تصدیق قلبی اور اسلام کا مفہوم ہے عملِ جوارح۔12

کیا اسلام دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟

کیا اسلام کا لفظ صرف دین محمدی کے ساتھ خاص ہے یا دیگر ادیان یعنی یہودیت اور نصرانیت کے لیے بھی اسلام کا لفظ استعمال ہو تا ہے، بعض مفسرین کا موقف یہ ہے کہ اسلام کا لفظ دین محمدی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ یہودیت اور نصرانیت کے لیے بھی یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے جتنے انبیاء اور رسل بھیجے ہیں ان سب کو اسلام دے کر بھیجا ہے اور ان سب کا دین بھی ایک تھا خواہ یہودیت ہو یا مسیحیت، البتہ شریعت اور احکام میں فرق رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا" (8) تم میں سے ہر ایک لیے شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے، اسی طرح آپؐ کی حدیث مبارکہ بھی ہے:

"الأنبياء إخوة لعلات، أمهاتهم شتى ودينهم واحد. "

انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں، ان کی امہات مختلف ہیں، لیکن ان دین ایک ہے۔13

لیکن اس فرق کے باوجود بہت ساری چیزوں میں مماثلت پائی جاتی ہے ذیل میں چند چیزیں ملاحظہ فرمائیں:

1۔۔ توحید: تمام ادیان میں شرک کو ممنوع قرار دیدیا ہے۔

2۔۔ روزہ تمام ادیان کی مشترکہ عبادت رہی ہے۔ جیسا کہ باری تعالی کا فرمان ہے: "یاایہاالذین امنوکتب علیکم الصیام کماکتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون"۔14

3۔۔ نمازاورزکوۃ مشترکہ عبادات میں سے ہیں

4۔۔ سود، شراب اور زنا وغیرہ کی حرمت۔

اشاعت اسلام میں عمدہ اخلاق کا کردار

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔ یہ کردار سے پھیلا ہے تلوار کے زور سے نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار ومشرکین کو ایمان کی دعوت دیتے ہوئے اپنے کردار کو پیش کیا تھا۔ قرآن حکیم میں ہے:

"فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُون" **بیشک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے** 15

لوگوں میں عمر گزارنا سیرت و کردار کا پتا دیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق اور امین جانے جاتے تھے اور کفار و مشرکین کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق اور حسن کردار کا اس حد تک اعتراف تھا کہ بت پرستی پر قائم رہنے کے عوض وہ وہ آپ کی ساری باتیں ماننے پر تیار تھے۔ جب وہ اس پر سمجھوتہ نہ کرنے کے حوالے سے مکمل طور پر مایوس ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مسلمان حاضر ہوتے تو کوئی زخمی حالت میں ہوتا، کسی کو کوڑوں سے مارا گیا ہوتا، تو کسی کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا ہوتا۔ یہ دردناک صورتحال دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو صبر کی تلقین فرماتے۔

بیعت عقبہ اولیٰ کے موقعہ پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ روانہ فرمایا۔ ان کی دعوت اس قدر پر اثر ثابت ہوئی کہ اگلے سال حضرت مصعب رضی اللہ عنہ 75 مسلمانوں کو بیعت عقبہ ثانیہ کے لئے مکہ لے کر آئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ہمراہ 12 انصار صحابہ کو نقباء مقرر فرما کر مدینہ رخصت کیا اور جب ہجرت مدینہ ہوئی تو مدینہ کے لوگوں کی غالب اکثریت اس حال میں مسلمان ہو چکی تھی کہ نہ تلوار اٹھائی گئی اور نہ ہی اذن قتال نازل ہوا تھا۔

قرآنی تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 63 سالہ انقلابی جدوجہد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جتنے بھی معرکے ہوئے، ان میں کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ ضرورت کے وقت دفع شر اور فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے جنگ میں پہل کی گئی لیکن زیادہ تر معرکوں کی نوعیت دفاعی رہی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی مخالفین نے سرِ تسلیم خم کیا یا راہِ فرار اختیار کی، صلح کے لئے ہاتھ بڑھایا یا ہتھیار ڈال دیئے تو پھر مسلمانوں نے بھی ان پر ہتھیار نہ اٹھائے۔ اسلام میں جنگ محض برائے جنگ نہیں بلکہ قیامِ امن کا ذریعہ ہے۔ محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو سندھ دار السلام بن گیا۔ یہ محض مسلمانوں کے کردار اور ان کے ثقافتی غلبہ کا اثر تھا کہ غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے اور دنیا میں ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح سے عیاں ہو جاتی ہے کہ صدیوں سے انسان جن مذاہب کے پیروکار رہے ان تمام ادیان باطلہ کو کلیۃ ترک کر کے وہ حلقہ بگوش اسلام کیوں کر ہوئے؟ کس چیز نے انسانیت کو تبدیلی مذہب پر ابھارا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اور پاکیزہ اخلاق ہی اسلام کے فروغ واشاعت کا سبب بنے۔ اور بنی نوع انسان نے اسلام کو گلے سے لگایا، یہاں تک کہ سخت سے سخت دل کفار و دشمنان اسلام آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اخلاق کریمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آخر کار اسلام کے وسیع دامن نے ان کو سمیٹ لیا۔

کیا غیر مسلموں کو اسلام لانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کیا جائے، اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں پھر کسی اور جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا، جس کا سینہ کھلا ہوا دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والہ وشیدا ہو جائے گا، ہاں اندھے دل والے بہرے کانوں والے پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے پھر انہیں اگر جبراً اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ؟ لہٰذا کسی پر اسلام کے قبول کرانے کیلئے جبر اور زبردستی نہ کی جائے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنادیں گے، یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے، جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین کے انصار بنے، پھر یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کیلئے سرور رسل (علیہ السلام) نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تاکہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو، ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حصینی نامی تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا، اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں ایک بار عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں، ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں، اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی، اور روایت میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ نصرانیوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارت کیلئے کشمش لے کر آیا تھا جن کے ہاتھوں پر دونوں لڑکے نصرانی ہو گئے تھے جب وہ قافلہ جانے لگا تو یہ بھی جانے پر تیار ہو گئے، ان کے باپ نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں اسلام لانے کیلئے کچھ تکلیف دوں اور جبراً مسلمان بنالوں، ورنہ پھر آپ کو انہیں واپس لانے کیلئے اپنے آدمی بھیجنے پڑیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر کا غلام اسبق نصرانی تھا، آپ اس پر اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا، آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے، علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے حق میں ہے جو فسخ و تبدیل تورات و انجیل سے پہلے دین مسیحی اختیار کر چکے تھے اور اب وہ جزیہ پر رضامند ہو جائیں، بعض اور کہتے ہیں آیت قتال نے اسے منسوخ کر دیا، تمام انسانوں کو اس پاک دین کی دعوت دینا ضروری ہے، اگر کوئی انکار کرے تو بیشک مسلمان اس سے جہاد کریں، جیسے اور جگہ ہے آیت (سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ 16 عنقریب تمہیں اس قوم کی طرف بلایا جائے گا جو بڑی لڑاکا ہے یا تو تم اس سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے، اور ایک دوسری جگہ ہے اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، ایک صحیح حدیث میں ہے، تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں، یعنی وہ کفار جو میدان جنگ میں قیدی ہو کر طوق و سلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور ان کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا مسلمان ہو جاؤ، اس نے کہا حضرت میرا دل نہیں مانتا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گو دل نہ چاہتا ہو، یہ حدیث ثلاثی ہے یعنی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک اس میں تین راوی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ نے اسے مجبور کیا، مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ پڑھ لے، پھر ایک دن وہ بھی آئے گا اللہ تیرے دل کو کھول دے اور تو دل سے بھی

اسلام کا دلدادہ ہو جائے گا، حسن نیت اور اخلاص عمل تجھے نصیب ہو، جو شخص بت اور اوثان اور معبودان باطل اور شیطانی کلام کی قبولیت کو چھوڑ دے اللہ کی توحید کا اقراری اور عامل بن جائے وہ سیدھا اور صحیح راہ پر ہے۔

اسی طرح مفتی محمد شفیع صاحب بھی لکھتے ہیں:

> دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کا فِی نَفسِہٖ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقینا گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (یعنی اسلام کا حق ہونا دلائل سے واضح ہو چکا ہے تو اس میں اکراہ کا موقع ہی کیا ہے، اکراہ تو غیر پسندیدہ چیز پر مجبور کرنے سے ہوتا ہے اور جب اسلام کی خوبی یقیناً ثابت ہے) تو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد (یعنی اسلام قبول کرلے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (اقوال ظاہری کے) اور خوب جاننے والے ہیں (احوال باطنی کے)۔17

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی اس حوالہ لکھتے ہیں:

> جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دیے گئے جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نا ہی شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ("اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ")10۔یونس :99)خود نص موجود ہے، اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اسکا جان و مال محفوظ ہو جائے گا۔ یعنی جب ہدایت و گمراہی میں تمیز ہو گئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا تو اس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوال ظاہرہ کو خوب سنتا ہے اور نیت و حالت قلبی کو خوب جانتا ہے اس سے کسی کی خیانت اور فساد نیت چھپا نہیں رہ سکتا۔18

حوالہ جات(Reference)

1۔ زحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ (دمشق، دارالفکر، ۱۹۹۰ء) ۱۰:۴۷۹۴

Zuhiali,whaba bin mustfa,Al-fiqa al-islami w adill tho,Damishq,Darul-fikar,1990,jild:10,page:4794

2۔ طنطاوی، محمد سید، التفسیر الوسیط (قاہرہ، دارالنہضہ، ۱۹۹۷ء) ۵۸۸:1

Tanatwi,Muhammad syed,Al-tafseer alwseet,Qahira, daru-llnuzha,1997,jild:1,page:588

3۔ بغوی، ابو محمد حسین بن محمد، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (بیروت، دارالاحیاء التراث الاسلامی: ۱۴۲۰ھ) ۱:۲۲۰

Baghawi,abu Muhammad Husain bin Muhammad,Maalim-ultanzeel fi tafseer al-quaran(Biarot, Dar ul ihya alturas al-islami:1420)1:220

4۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت، دار لطبع للنشر والتوضیع، ۱۹۹۰ء) ۱:۶۸۲

Ibn kasir, ismail bin umar, ,Tafseer ul quran alazeem(Bairoot, dar tiba linnshr w twzeea1990)1:682

5۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر (بیروت، دار الکلم الطیب: ۱۴۱۴ھ) ۱:۳۱۶

Shokani, Muhammad bin Ali, Ftahul-Qadeer (Biarot, dar-alkalim al Tayyab:1414,)1:316

6۔ عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی، ادارۃ المعارف: ۲۰۰۱ء) ۱:۶۱۶

Usmani, mufti Muhammad shafia, Maarif ul Quran(Karachi, idart ul maarif,2001)1:616

7۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی (کراچی، مکتبہ دارالاشاعت: ۲۰۰۷ء) ۱:۲۱۵

Usmani, Shabir Ahmed, Tafseer Usmani,(Karachi, Maktaba dar ul-ishaat, 2007)1:215

8۔ زحیلی، وھبہ بن مصطفی، التفسیر الوسیط (دمشق، دارالفکر، ۱۹۹۰ء) ۱:۱۴۲

Zuhiali, whaba bin mustfa, Al-tafseer al wseet,(Damishq,Darul-fikar,1422)1:148

9۔ ہرری، محمد الامین بن عبداللہ، تفسیر حدائق الروح والریحان (بیروت، دار طوق النجاۃ: ۱۹۹۲ء) ۲:۱۲۱۲

Harri, Muhammad al Ameen bin Abdul Allah, tafseer Hadaiq al rooh w alrihan(Beroot. Matabe u Dar ul Touq Al nijah:1992)2:1212

10۔ شعراوی، محمد متولی، تفسیر الشعراوی (بیروت، مطابع أخبار الیوم، ۱۹۹۲ء) ۲:۱۲۱۲

Sharawi, Muhammad mutwalli, TAfseer Al Sharawi (Bairot,Matabiau-akhbar ul yom,1990)1:1212

11۔ ابن ملقن، سراج الدین ابو حفص، المعین علی تفھم الأربعین (کویت، مکتبۃ اہل الأثر للنشر والتوزیع: ۲۰۱۲ء) ۱۷۲

Ibn e mulqin, siraj ul Deen abo hafas, Al muaeen ala tafaham al arba aeen (Kowet, Maktaba ahll ul asar lilnashr e wa Al tozeea,2012)172

12۔ شنقیطی، محمد خضر بن سید عبداللہ، کوثر المعانی الدراری (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ: ۱۹۹۵ء) ۱:۳۷۳

Shanqiti, Muhammad khizar bin e seyd Abdullah kosarul maani , Al durari (Beroot: moasasatu al risala,1995)1:373

13۔ ابن شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماذکر فی فتنۃ الدجال (ریاض، مکتبۃ الرشید: ۱۶۸۹ھ) ۷:۴۹۹

Ibn e Sheba , Abobakar, Abdul Allah bin Muhammad, mosanaf ibn e abi Sheba , babu ma zukira fi fitnatu al dajal (riyaz: maktaba Al Rasheed,1689)7: 499

14۔ البقرہ: ۱۸۳ — *Al-Baqara:183*

15۔ یونس: ۱۰ — *Younas:10*

16۔الفتح:۱۶

Al-Fath:16

17۔عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی، ادارۃ المعارف:۲۰۰۱ء)۱:۶۱۶

Usmani, mufti Muhammad shafi ,Maarif ul Quran,(Karachi, idartul maarif, 2001)1: 616

18۔عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی۱:۲۱۵

Usmani, Shabir ahmed,2007,Tafseer Usmani,1: 215